درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلة کے درسی افادات

بیٹیوں پر خرچ کرنے کا بیان

حدثنا العلاء بن مسلمة ثنا عبدالمجید بن عبدالعزیز عن معمر عن الزهری عن عروة عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ: من ابتلی بشئی من البنات فصبر علیهن کن له حجابا من النار. هذا حدیث حسن صحیح

ترجمہ: حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص بیٹیوں کی طرف سے کسی چیز پر مبتلا کیا گیا، پھر اس نے ان پر صبر کیا تو یہ (لڑکیاں) اس کیلئے جہنم کی آگ سے پردہ بن جائیں گی۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

سندی بحث:

علاء بن مسلمہ بن عثمان الرواس ' یہ بنوتمیم کے آزادہ کردہ غلام ہیں۔ بغداد کے رہنے والے ہیں، ان کی کنیت ابوسالم ہے۔ اور یہ راوی متروک الحدیث ہیں۔ ابن حبان نے اس کو وضع حدیث پر متھم کیا ہے اور جب یہ معلوم ہوا کہ سندِ حدیث میں علاء بن مسلمہ متروک ہے، تو امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جو اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے، یہ سند کے اعتبار سے تو درست نہیں ہوسکتا۔ تاہم اس حدیث کے لئے دوسرے شواہد بہت ہیں، تو دوسرے شواہد کی وجہ سے امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تحسین کی ہے۔

عبدالمجید بن عبدالعزیز یہ ابن ابی رَوّاد ہیں۔

حدیث کی توضیح وتشریح:

من ابتلی بشئی من البنات : من یا تو بیانیہ ہے اور شیٔ عدد سے کنایہ ہے اور اس تقدیر پر ابتلاء سے لڑکیوں کے نفس وجود پر ابتلاء وآزمائش مراد ہے۔ یعنی جو شخص بیٹیوں پر سے آزمائش وامتحان میں ڈالا گیا، خواہ ایک لڑکی ہو خواہ دو ہوں یا زیادہ۔ اور اس آدمی نے ان لڑکیوں پر صبر کیا، تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم سے پردہ اور حجاب بن جائیں گی۔ یعنی ان کی وجہ سے یہ شخص جہنم سے بچ جائے گا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عادۃً لوگ بیٹیوں

سے نفرت کرتے تھے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: وَ اِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِالأُنثَىٰ ظَلَّ وَجهُهُ مُسوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ۔ (النحل:۵۸)۔

ترجمہ: (یعنی) جب خبر ملے ان میں سے کسی کو بیٹی کی تو سارے دن رہے منہ اس کا سیاہ اور جی میں گھٹتا رہے۔

یعنی جاہلیت کے دور میں لوگ لڑکیوں کے گھر میں پیدا ہونے کو عار سمجھتے تھے۔ اور جس کو لڑکی کی خوشخبری مل جاتی وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا تھا اور شرم کے مارے لوگوں کو منہ دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ شریعت مقدسہ نے لوگوں کو ان جاہلانہ خیالات سے روکا اور بیٹیوں، بہنوں وغیرہ لڑکیوں کی پرورش اور ان کے پالنے کی ترغیب دی اور اس کو عبادت قرار دے دیا، گویا اس اعتبار سے لڑکیوں کا نفس وجود ہی ایک ابتلاء و آزمائش ہے۔

یا' من ابتلى بشئى من البنات میں من ابتدائیہ ہے اور ابتلاء سے مراد لڑکیوں کے نفس وجود پر آزمائش و امتحان مراد نہیں ہے۔ بلکہ لڑکیوں کی طرف سے جو مشقت اور تکلیف، ایذاء اور بدنامی وغیرہ ہوتی ہے یہ مراد ہے یعنی ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے برداشت کرے اور تمام کلفتوں کے باوجود لڑکیوں کی پرورش اچھے طریقے سے کرے اور ان کے ساتھ احسان، ہمدردی اور ان کے حقوق کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے، تو یہ لڑکیاں اس کے لئے جہنم سے نجات کا ذریعہ بنے گی۔

حاصل یہ کہ جس آدمی کی بیٹیاں ہوں یا بہن ہوں اور باپ، بھائی وغیرہ ان کے لئے محنت مزدوری کر کے کما کر ان کو کھلاتا پلاتا ہے، حالانکہ ان لڑکیوں سے عادۃً کچھ کمائی کرنے کی امید بھی نہیں ہوتی۔ نیز ان لڑکیوں کی وجہ سے عزت آبرو کو بھی خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔ پس یہ شخص ان تمام غموم و افکار اور مصارف کو برداشت کرے اور ان لڑکیوں کی حفاظت اور تعلیم و تربیت پر صبر کرے تو اس کا یہ عمل اس کے لئے جہنم کی آگ سے حجاب بن جائے گا۔ پس یہ ایک بہترین عبادت ہے جو کہ جہنم سے نجات کا ذریعہ ہے۔

حدثنا احمد بن محمد ثنا عبدالله بن المبارک ثنا معمر عن ابن شهاب ثنا عبدالله بن ابی بكر بن حزم عن عروة عن عائشة قالت: دخلت امرأة معها ابنتان لها فسألت فلم تجد عندي شيئا غير تمرة فأعطيتها إياها فقسمتها بين ابنتيها ولم تأكل منها۔ ثم قامت فخرجت ودخل النبي صلى الله عليه وسلم فأخبرته، فقال النبي صلى الله عليه وسلم: من ابتلى بشئى من هذه البنات كن له سترا من النار۔ هذا حديث حسن صحيح۔

ترجمہ: حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت ہمارے گھر آئی، اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ تو اس نے سوال کیا (یعنی کھانے کے لئے کوئی چیز مانگی) لیکن اس نے میرے پاس ایک کھجور کے علاوہ کوئی چیز نہ پائی۔ تو میں نے وہ ایک کھجور اس کو دے دی۔ اس نے اس کو اپنی دونوں بیٹیوں کے درمیان تقسیم کی اور خود اس نے نہ کھائی۔ پھر

وہ اٹھ کھڑی ہوکر باہر نکل گئی۔اور جناب نبی کریم ﷺ اندر تشریف لائے۔ میں نے آپ ﷺ سے یہ واقعہ سنایا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ان بیٹیوں پر سے کسی طرح بھی امتحان میں ڈالا گیا تو یہ لڑکیاں اس کے لئے آگ سے پردہ بن جائیں گی۔

توضیح وتشریح: اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے ایک اثر انگیز واقعہ ذکر فرمایا ہے۔ایک غریب و مسکین عورت کا، ہمارے ہاں بھی بہت سے فقیر و مسکین عورتیں آتی ہیں۔بعض بیوائیں ہوتی ہیں، ان کے چھوٹے چھوٹے یتیم بچے بھی ہوتے ہیں۔اوران کا کھلانے پلانے اور پرورش کرنے کے لئے کوئی سہارا نہیں ہوتا۔تو یہ غریب اور مسکین عورتیں سوال کرنے پر مجبور ہوتی ہیں۔ایسے بے سہاروں کے ساتھ ہمدردی اوران کی مدد کرنا بڑے ثواب کی بات ہے۔

فلم تجد عندی شیأ غیر تمرۃ:

یعنی اس عورت نے میرے پاس صرف ایک کھجور کے علاوہ کوئی چیز نہیں پائی۔

ایک اشکال اوراس کا جواب:

علامہ عینیؒ نے یہاں ایک سوال وارد کیا ہے اور وہ یہ کہ عراک بن مالک نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے جو روایت کی ہے اس میں اس طرح واقع ہے کہ حضرت عائشہ فرماتی ہیں، کہ میرے پاس ایک مسکین عورت آئی اور وہ اپنی دو بیٹیوں کو اٹھائی ہوئی تھی۔ میں نے اس کو تین کھجور دیئے تو اس نے دونوں بیٹیوں کو ایک ایک کھجور دے دی اور ایک کو خود کھانے کے لئے منہ میں لے جانے لگی تو ان دونوں بچیوں نے وہ ایک کھجور بھی اس سے مانگی، تو اس عورت نے جس کھجور کو وہ خود کھانے کا ارادہ رکھتی تھی اسے بھی دو ٹکڑے کر کے دونوں بیٹیوں کو دے دیا۔تو مجھے اس کی حالت بہت عجیب لگی، (یعنی یہ ایثار مجھے بہت پسند آیا) پس حدیثِ باب میں ایک کھجور دینے کا ذکر ہے اور اس روایت میں تین کھجور دینا مذکور ہے تو دونوں روایتوں میں تطبیق کس طرح ہوگی؟

جواب میں علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ پہلے تو حضرت عائشہؓ کے پاس صرف ایک کھجور تھی تو انہوں نے وہی کھجور اس کو دے دی۔ بعد میں کہیں دو اور بھی پالئے تو وہ دونوں بھی اس کو دے دیں۔اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حدیث باب میں حضرت عروہؓ نے جو روایت کی ہے حضرت عائشہؓ سے اور اس میں ایک کھجور کا ذکر ہے۔ یہ علیحدہ واقعہ ہے اور عراک بن مالک نے جو روایت ذکر کی ہے۔اور اس میں تین کھجور کا ذکر ہے، وہ علیحدہ واقعہ ہے۔لہذا اس پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔(تحفۃ الاحوذی) اور یہ آخری توجیہ زیادہ مناسب ہے اور قریب الی الصواب ہے۔

تھوڑی سی نیکی بھی حقیر نہ سمجھو: فأعطیتها ایاها الخ

یعنی حضرت عائشہؓ نے وہی ایک کھجور اس کو دے دی۔اور انہوں نے اس ایک کھجور کو حقیر نہ سمجھا، کہ یہ تو

معمولی سی ایک کھجور ہے اس کے دینے سے کیا بنے گا' بلکہ انہوں نے دل کھول کر اس ایک ہی کھجور کا صدقہ کر دیا۔ اور پھر اس واقعہ کو دل کھول کر بیان فرمایا تاکہ پوری امت کو پہنچ جائے کہ اگر زیادہ کی طاقت نہ ہو تو معمولی سی چیز صدقہ کرنے میں بھی عار نہ سمجھنا چاہیے۔ بلکہ یہ ایک نیک عمل ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا بدلہ دے گا۔ اور اس کے اخلاص کے مطابق اجر کو بڑھا دے گا' پس اس کو حقیر سمجھ کر چھوڑنا مسلمان کے لئے خسارہ اور نقصان ہے' اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ (الزلزال: ۷)

ترجمہ: سو جس نے ذرہ بھر بھلائی کی وہ اسے دیکھ لے گا۔

اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: اتقوا النار ولو بشق تمرۃ (الحدیث)

ترجمہ: اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالو' اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے سے ہو۔

نیز ایک روایت میں ہے: لا تحقرن من المعروف شیأ (الحدیث)

ترجمہ: کسی بھی نیک عمل کو ہرگز حقیر اور معمولی نہ سمجھنا۔

لہٰذا نہ تو خود کسی بھلائی کو حقیر سمجھ کر چھوڑنا درست ہے اور نہ دوسروں کے نیک عمل کو معمولی سمجھنا جائز ہے' کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اس کا وہ تھوڑا سا نیک عمل اور چھوٹا سا صدقہ' اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑا ہو' بعض منافقین کی منافقت کے اعمال میں سے یہ بھی تھا کہ وہ ان لوگوں پر ہنسی ٹھٹھا کرتے تھے جو کہ نادار تھے اور اپنی محنت و مشقت سے تھوڑا کچھ کما کر اللہ کی راہ میں بطور صدقہ پیش کیا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ التوبہ کی آیت میں ان کے اس عمل کا ذکر فرما کر اس پر ان کے لئے دردناک عذاب کی خبر سنائی۔ مومنوں کے لئے ایسے اعمال سے بچنا چاہیے۔

<u>ولم تأكل منها:</u>

اس عورت نے اس کھجور سے خود نہ کھایا' یعنی باوجود اس کے کہ وہ خود بھی بھوکی تھی کیونکہ یہ بعید ہے کہ اس کی معصوم بچیاں بھوکی ہوں اور وہ خود سیر ہو لیکن وہ خود بھوکی رہ کر اس کھجور کو دونوں بچیوں کو کھلایا۔

<u>من ابتلى بشئ من هذه البنات كن له سترا من النار:</u>

یعنی جناب رسول اللہ ﷺ نے اس عورت مسکین کا قصہ سن کر ارشاد فرمایا: من ابتلى الخ جو شخص ان بیٹیوں پر سے کسی طرح بھی امتحان میں ڈالا گیا تو یہ بیٹیاں اس کے لئے جہنم کی آگ کو روکنے والا حجاب اور پردہ بن جائیں گی۔

اس روایت میں بظاہر بیٹیوں کی وجہ سے امتحان میں مبتلا ہونے کو جہنم سے نجات کا سبب قرار دیا گیا ہے' حالانکہ صرف ابتلاء و آزمائش جہنم سے نجات کے لئے کافی نہیں ہے بلکہ ابتلاء و امتحان پر نجات تب مرتب ہوتی ہے جبکہ

اس آزمائش وامتحان میں بندہ کامیاب ہوجائے۔

اور کامیاب تب ہوگا جبکہ امتحان کی گھڑیوں میں شریعت مقدسہ کا اس سے جو مطالبہ ہو وہ اس کو پورا کرے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جب اس کو بیٹیاں دی' اور ان کی کفالت اور تعلیم وتربیت کی ذمہ داری اس کے کندھوں پر ڈال دی تو اس حالت میں اس کو شریعت مقدسہ یہ حکم دیتی ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صبر کرے اور ان کی تعلیم وتربیت اچھی طریقے سے کرے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرے' تو یہ بندہ اس آزمائش میں کامیاب ہوا اور یہ لڑکیاں اس کیلئے جہنم سے نجات کا ذریعہ بنیں گی' اس وجہ سے بخاری کی روایت میں اس حدیث میں یہ اضافہ موجود ہے "فاحسن الیھن "یعنی جو شخص ان بیٹیوں کی وجہ سے کسی طرح امتحان میں ڈالا گیا اور پھر اس نے ان سے حسان کیا تو یہ اس کیلئے جہنم سے نجات کا سبب ہوگا' اور احسان ایک جامع لفظ ہے جو کہ ان کو کھلانے پلانے' اچھے طریقے سے تعلیم وتربیت دینے اور ان کے ساتھ ہر قسم کی بھلائی کرنے کو شامل ہے اور اس روایت میں اگرچہ احسان وغیرہ لفظ کا ذکر نہیں لیکن مراد یہاں بھی یہ ہے جو کہ دوسری روایات اور حدیث میں مذکور واقعہ وغیرہ کے قرائن سے معلوم ہے۔

احسان کے لئے موافق شرع ہونا شرط ہے:

احادیث میں جو لڑکیوں کے ساتھ بھلائی اور احسان کی ترغیب دلائی گئی ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بیٹی کو مخلوط کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم دلا کر اس کو فاحشہ اور اسلامی معاشرہ کے لئے ناسور بنادے' یا بہنوں بیٹیوں کیلئے گھر میں ٹی وی اور ڈِش لگا کر ان کی حیاسوزی کی جائے۔ایسے ماحول کی فراہمی اگرچہ بچیوں کو اچھی لگتی ہو اور وہ اس سے خوش ہو جاتی ہوں لیکن والدین کا فرض ہے کہ ان آلودگیوں سے اپنے اہل وعیال کو بچانے کا اہتمام کرے' ان چیزوں سے اھل وعیال کو خوش رکھنا ان کو گڑ میں زہر کھلا دینے کے مترادف ہے۔یہ ان کے ساتھ احسان نہیں ہے بلکہ اپنے ہاتھ سے ان کو ہلاکت کے گھڑے میں دھکیل دینا ہے۔تعجب ہے ان والدین پر کہ وہ مخلوط تعلیم اور ٹی وی' ڈش' کیبل وغیرہ کے ذریعے خود اپنی بچیوں کے لئے فسق وفجور' فحاشی اور بے حیائی کی راہ پر گامزن کردیتے ہیں اور امید یہ رکھتے ہیں کہ میری بچی عفت وعصمت والی اور حیادار ہوگی' یعنی اپنی بچیوں کے لئے حیاء وعفت کی پاسداری اس کو پسند تو ہے لیکن وہ خود ان کے لئے فحاشی اور بے حیائی کا ماحول پیدا کردیتا ہے۔اس سے اور زیادہ بے وقوفی کیا ہوگی۔شر وفساد کی تخم ریزی کر کے ثمرۃ خیر کا طمع رکھنا جہالت ہے۔

ہرآنکہ تخمِ بدی کشت و طمع نیکی داشت
دماغ بیہودہ پُخت و خیال باطل بست

ھذا حدیث حسن صحیح: یہ حدیث بخاری' مسلم' احمد اور نسائی نے بھی روایت کی ہے (تحفۃ الاحوذی)

حدثنا محمد بن وزیر الواسطی ثنا محمد بن عبید ثنا محمد بن

عبدالعزیز الراسبی عن أبی بکر بن عبیداللہ بن انس بن مالک عن أنس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ: من عال جاریتین دخلت أنا وھو الجنة کھاتین و أشار بأصبعیه ھذا حدیث حسن غریب وقد روی محمد ابن عبید عن محمد بن عبدالعزیز غیر حدیث بھذا الاسناد۔ وقال عن أبی بکر بن عبیداللہ بن انس و الصحیح ھو عبیداللہ بن ابی بکر بن انس۔

ترجمہ: حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے دولڑکیوں کی پرورش اور تربیت کا بوجھ برداشت کیا، تو میں اور وہ اس طرح (اکٹھے) جنت میں داخل ہوجائیں گے اور جناب رسول اللہ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں (سبابہ اور وسطی) کو اشارہ فرمایا:

یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اور تحقیق یہ ہے محمد بن عبید نے محمد بن عبدالعزیز سے اس سند کے ساتھ صرف ایک حدیث روایت نہیں کی ہے (بلکہ بہت سی احادیث روایت کی ہیں) اور سند اس طرح ذکر کیا ہے: عن ابی بکر بن عبید اللہ بن انس۔ حالانکہ صحیح یہ ہے کہ وہ ''عبیداللہ بن ابی بکر بن انس'' ہے۔

من عال جاریتین عال یعول۔ تربیت اور خرچ کا بوجھ اٹھانے کے معنی میں آتے ہیں اور عائلہ ان کو کہا جاتا ہے جن کے کھلانے پلانے، کپڑے دینے اور رہائش وغیرہ کی ضروریات آپ پر ہو۔

و أشار بأصبعیه: یعنی جناب رسول اللہ اپنی درمیانی اور سبابہ دو انگلیوں کو اشارہ کرکے فرمایا کہ وہ شخص میرے ساتھ اس طرح جنت میں داخل ہوگا۔ ابن حبان نے کہا ہے کہ ارشاد نبوی ﷺ کا مطلب یہ ہے کہ جنت کو داخل ہونے میں اور اس کی طرف پہل کرنے میں وہ میرے ساتھ ہوگا، اور یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ جنت میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہوگا، انتھی۔ مثلاً ایک ریل گاڑی میں سفر کرنے والے ایک ساتھ جانے والے ہوتے ہیں، لیکن ریل کے ڈبے متفاوت ہوتے ہیں، بعض آگے ہوتے ہیں اور بعض پیچھے، بعض میں سہولت زیادہ ہوگی بعض میں کم۔ نیز بعض فرنٹ سیٹ پر بیٹھنے والے ہوں گے اور بعض پیچھے کی سیٹوں پر۔ یعنی مراتب میں فرق پھر بھی موجود ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ سب مسافر ساتھی کہلاتے ہیں اور ایک ساتھ سفر کرنے والے ہیں۔ اور دو انگلیوں سبابہ اور وسطی کو اشارہ کرنے سے بھی یہ مفہوم ہوتا ہے کیونکہ اس طرح فرق ان دونوں انگلیوں کے درمیان بھی موجود ہے۔ اور پیغمبر ﷺ کے ساتھ یہ مصاحبت بھی اس شخص کے اعزاز و اکرام کے لئے کافی ہے۔ اور اس سے یہ مطلب نہیں کہ بس ایک ہی مرتبہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگا، جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا: کہ تم کون سا عمل کر رہے ہو کہ میں جنت میں آپ کی جوتوں کی آہٹ آگے سے سن رہا تھا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت بلالؓ کا مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ سے بڑھا ہوا ہے، بلکہ بڑے رتبے والے آدمی کا خادمِ خاص ان سے آگے آگے چلتا ہے، جیسا کہ آج کل بڑے حضرات کا پروٹوکول کیا جاتا ہے، اور ان کے خدام خاص ان سے آگے آگے چل کر راستے کی

رکاوٹوں کو دور کرتے ہیں۔ خطرات کا جائزہ لے لیتے ہیں وغیرہ۔ حضرت بلالؓ کا رسول اللہ ﷺ سے جنت میں آگے چلنا بھی خادم خاص ہونے کی حیثیت سے ہے۔

اس طرح بعض حضرات محدثین فرماتے ہیں کہ دخلت أنا وهو الجنة كهاتين کا مطلب یہ ہے کہ لڑکیوں کی پرورش کرنے والا آدمی میدان محشر میں، وزن اعمال، حساب کتاب اور پل صراط تمام خطرناک مواقف میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگا، یہاں تک کہ آپ ﷺ اس کو جنت میں داخل فرمادیں گے اور قیامت کے دن کے ہولناک مناظر اور خطرناک مواقف میں جناب رسول اللہ ﷺ کی مصاحبت کیوجہ سے یہ شخص ہر قسم کی دہشت اور خوف وخطر سے محفوظ ہوگا۔ حاصل ان توجیہات کا یہ ہے کہ اس شخص کا جنت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہونا مراد نہیں ہے بلکہ دخول جنت تک کے مراحل میں مصاحبت مراد ہے۔

ایک اشکال اور اسکا جواب:

لیکن یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ یہ توجیہات حدیث مذکور کے ظاہری الفاظ کے اعتبار سے تو درست ہیں کیونکہ اس حدیث میں "دخلت أن وهو الجنة كهاتين" یعنی دخول فی الجنۃ کا ذکر صراحۃ موجود ہے، لیکن آئندہ باب میں یتیم کے پرورش کرنے والے کے بارے الفاظ اس طرح وارد ہے، أنا وكافل اليتيم في الجنة كهاتين الخ تو اس روایت میں دخول جنت کا ذکر موجود نہیں ہے، بلکہ "في الجنة" فرمایا ہے جس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یتیم کی پرورش کرنے والا شخص جنت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اکٹھے رہیں گے اور وہاں یہ توجیہات درست نہ ہوگی۔ پس جبکہ یتیم کی کفالت کرنے والا شخص رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنت میں رہ سکتا ہے تو کیا حرج ہے کہ لڑکیوں کی پرورش کرنے والا بھی جنت میں رسول ﷺ کے پاس رہے۔ اور حدیث باب کا بھی یہی مطلب لیا جائے کہ وہ شخص جنت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو آنے والے باب کی حدیث میں "في الجنة" عبارت حذف مضاف کے ساتھ ہے، أي في دخول الجنة" یعنی وہاں بھی دخول جنت میں مصاحبت مراد ہے تو حدیث باب کی مذکورہ توجیہات وہاں بھی جاری ہوں گی یا اگر عبارت حذف مضاف کے ساتھ نہ ہوتو أنا وكافل اليتيم في الجنة كهاتين" میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں ان دوانگلیوں (درمیانی اور سبابہ) کی طرح ہوں گے) کا مطلب یہ ہے کہ اس آدمی کا مرتبہ جناب رسول اللہ ﷺ کے مرتبہ کے قریب ہوگا۔ اور ان کے درمیان کوئی اور مرتبہ نہ ہوگا جیسا کہ درمیانی اور سبابہ دونوں انگلیاں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور ان دونوں کے درمیان کوئی انگلی نہیں ہے اور یہ توجیہ حدیث باب میں بھی جاری ہوسکتی ہے۔